اورنگ زیب کے عہد میں مغل امراء

مصنف : ڈاکٹر محمد اطہر علی

تبصرہ نگار : عبدالرؤف خاں ایم اے (اودی کلاں راجستھان)

اورنگ زیب کی عظمت وشوکت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس اولوالعزم شہنشاہ پر اب تک جتنا لکھا گیا ہے شاید ہی کسی سمراٹ، سلطان یا کسی دیگر مغل حکمران پر لکھا گیا ہو۔ ڈاکٹر محمد اطہر علی کا تحقیقی مقالہ
'THE MUGHAL NOBILITY UNDER AURANGZEB'
بھی اسی سلسلہ کی طلائی کڑی ہے۔ جسے موصوف نے ۱۹۶۱ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پیش کرکے ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری حاصل کی تھی۔ یہ گرانقدر مقالہ زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر ۱۹۶۶ء میں منظرِ عام پر آیا۔ مقالہ کی افادیت کے پیش نظر ترقی اردو بیورو وزارتِ تعلیم حکومت ہند نے بہ اشتراک انڈین کاؤنسل آف ہسٹاریکل ریسرچ، اسے "اورنگ زیب کے عہد میں مغل امراء" کے نام سے جناب امین الدین صاحب سے اردو میں ترجمہ کروایا اور جنوری۔ مارچ ۱۹۸۵ء میں شائع کیا۔ اصل مقالہ سے، سرجدوناتھ سرکار اور دوسرے مؤرخین کے، اورنگ زیب پر عائد کردہ الزامات کی تردید ہوجاتی ہے۔ بہ ایں سبب اسے قومی اتحاد وہم آہنگی

کے تناظر میں اردو میں منتقل کرنا یقیناً قابلِ ستائش کام تھا۔ لیکن اصل معروضہ وقیع اور بلندپایہ نیز منطق و تحقیق سے ترجمہ اس معیار کو نہ پہونچ سکا۔ چنانچہ تاریخ کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے کارپردازانِ ترقی اردو بیورو کی توجہ ترجمہ کے سلسلہ میں چند امور کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جو درجِ ذیل ہیں:

مشمولہ بالا تصنیف میں بعض تاریخی مصطلحات، کتابیات اور مقامات و رجال کے ناموں کا املا بیشتر صفحات پر غلط ثبت ہوا ہے۔ ممکن ہے ایسا کاتب کی کم سوادی کے سبب ہوا ہو۔ بہرحال ص ۲۴۰ پر اورنگ زیب کے میرِ عسکر عاقل خاں رازی کو دو دفعہ "عاقل خاں راضی" تحریر فرمایا ہے۔ یہ وہی عاقل خاں رازی ہے جس نے شہزادہ اورنگ زیب کو، جبکہ اس کی طبیعت اپنی پرستارِ خاص زین آبادی کو عالمِ شباب میں انتقال کر جانے کے سبب، نہایت مضمحل اور نڈھال تھی۔ فی البدیہہ حسبِ ذیل شعر ؎

عشق چہ آساں نمود آہ چہ دشوار بود
ہجر چہ دشوار بود یار چہ آساں گرفت

سنا کر شہزادہ کی مصاحبتِ خاص حاصل کر لی تھی۔ فنِ موسیقی کی مشہور کتاب راگ درپن کے مصنف اور معروف شاعر ناصر علی سرہندی کے ممدوح امیر فقیر اللہ سیف خاں بن تربیت خاں کو ص ۲۵۰ پر اور ایک دوسرے امیر سیف خاں بن سیف الدین محمود" کو ص ۲۵۵ نیز لفظ "سیف" کو دیگر صفحات پر کم از کم تیرہ دفعہ "صیف خاں" لکھا ہے۔ ممکن ہے فاضل مترجم کے نزدیک مذکورہ دونوں امرا کی عمرِ گرانمایہ صیف و شتا (موسم گرما و سرما) میں خورش و پوشش کی احتیاج ہی میں صرف ہوئی ہو ؎

عمرِ گرانمایہ دریں صرف شد   تا چہ خورم صیف چہ پوشم شتا

عوض وجیہ عہد شاہجہانی میں مفتی لشکر اور دور عالمگیری میں محتسب عسکر مقرر کیے گئے تھے۔ ملائے مرحوم جیسا متورع محتسب شاید ہی کوئی دوسرا ہوا ہو۔ مرتبین فتاوی الہندیہ المعروف بہ فتاوی عالمگیریہ میں بھی آپ کا شمار ہے۔ بہرکیف ان باتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے، زیر نظر تصنیف کے ص ۱۳۶ نیز ۲۸۹ پر ہمیں "عوض" اور "وجیہ" "عیوض" اور "وجیح" لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ عیوض یائے مجہول اور وجیح، حائے حطی سے نہیں لکھنا چاہیئے۔

اکبرآباد کا قلعہ دار 'رعد انداز خاں' جو ستنامیوں کی شورش کو فرو کرنے کے صلہ میں شجاعت خاں کہلایا، اورنگ زیب کا نہایت معتمد منصب دار تھا۔ چنانچہ شیواجی کو پہلے انہی کی تحویل میں نظر بند کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ غیر فاضل مترجم کو "رعد انداز خاں" کے بارے میں یہ باتیں مستحضر نہ بھی ہوں تو کوئی فرق واقع نہیں ہوتا؛ لیکن 'انداز' جو انداختن مصدر سے مشتق ہے اور رعد کے سابقہ کے ساتھ 'برق انداز' کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور اسی ترکیب پر 'تیرانداز' وغیرہ بنتے ہیں۔ اسی رعدانداز کو ص ۷۰، ۱۴۰ نیز ۲۳۲ پر 'رعد انماز' ارقام فرمایا ہے۔ گویا شجاعت خاں کی تمام رعد اندازی بیک جنبش قلم مسترد کر دی گئی۔ رعد انداز خاں چونکہ اکبرآباد کا قلعہ دار تھا چنانچہ اس تاریخی شہر کی مناسبت سے یہاں یہ عرض کر دینا نامناسب نہ ہوگا کہ آپ نے ص ۲۴۷ پر قوسین میں آگرہ آباد تحریر فرمایا ہے۔ اگر اسی خوبصورت ترکیب پر ہمارے ملک کے چند دیگر شہروں کو قیاس کر لیا جائے تو پھر شاہجہان آباد "دہلی آباد" اور عظیم آباد "پٹنہ آباد" کہلائے گا۔ بہرحال "آگرہ" اور "اکبرآباد" الفاظ کا یہ حسین امتزاج پہلی دفعہ نظر سے گزرا۔ تاریخ سے معمولی شغف رکھنے والا طالب علم شائستہ خاں کی قد آور شخصیت سے واقف اور اردو زبان کا مبتدی بھی اس لفظ کے املا سے آگاہ ہے لیکن ہماری نگاہ کتاب کے ص ۱۸۷ پر سائستہ خاں، اور ص ۲۰۵ پر

شائستہ خاں' سے دوچار ہوتی ہے ممکن ہے یہ تصحیف ہو۔

شہزادہ عالیجاہ داراشکوہ کو ص ۴۳ پر "دارہ شکوہ" اور ان کے فرزند سلیمان شکوہ کو ص ۲۴۳ پر "سلمان شکوہ" نیز دارا کے استاذِ محترم شیخ میرک ہروی کو ص ۲۹۰ پر "ہاروی" بنادیا ہے۔ وقائع دکن کے مصنف نعمت خان عالی کا شمار عالمگیری عہد کے ممتاز شعراء میں بھی ہوتا ہے۔ یہ محاصرۂ قلعۂ گولکنڈہ میں جو آٹھ ماہ تک مسلسل جاری رہا تھا، از اول تا آخر شریک تھے۔ فاضل مترجم نے ان کی مذکورہ بالا تاریخی تصنیف کو ص ۲۴۱ پر "واقعات" اور موصوف کے نام کو "نعمت خانِ علی" یا "نعمت خاں علی" تحریر فرمایا ہے۔ اورنگ زیب کے درجۂ اول کے منصب دار اور میر بخشی عزیز اللہ بہرہ مند خاں کو ص ۱۷۴ نیز دیگر صفحات پر مکرر سہ کرر "بہرا مند خاں" بنادیا ہے۔ شکر ہے کہ اسے "گراں گوش خاں" نہیں لکھا کیونکہ بہرا اس شخص کو کہتے ہیں جسے اونچا سنائی دے۔ ورنہ سب جانتے ہیں کہ ؎

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقولِ ناسخ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہیں

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ سے کون واقف نہیں؟ فیروز شاہ تغلق کی تخت نشینی اور تمام تر فیروز مندیاں آپؒ ہی کی دعاؤں اور توجہات کی رہین منت تھیں۔ مترجم موصوف نے انہی بزرگوار محترم کا اسم گرامی "ناصر الدین" (ص ۲۴۷) رقم فرمایا ہے۔ دیگر بہت سے امراء کے نام بھی صحیح طور پر ضبط تحریر میں نہیں آسکے ہیں مثلاً: مکرمت خاں ص ۲۷۳ کے علاوہ دوسری دوجگہ "مکرمات خاں" بایزید ص ۱۰۶ پر "بائیزید" ایزد بخش ص ۱۳۸ پر "ایذ د بخش" یزدی ص ۲۶۴ پر "یئیزدی"، ہزبر خاں ص ۲۸۰ پر "ہذبر خاں" علی مردان ص ۱۰۷ پر "علی مرادن" شمس الدین خویشگی

کو ص ۲۶۶ نیز دیگر صفحات پر کم از کم آٹھ دفعہ "شمس الدین خویشگی" مرزا لہراسپ کو ص ۲۶۲ پر "لہراست" معتمد خاں کو ص ۲۶۳ پر "معتقد خاں" اور ص ۲۹۶ پر "معتمر خاں" قباد خاں میرِ آخور کو ص ۲۷۵ پر "میر آخر" کر دیا ہے "میر آخور" داروغۂ اصطبل یا سردارِ طویلہ کو کہتے تھے جو ایک اہم عہدہ تھا۔ اسی طرح "فیروز" کو جا بجا "فروز" فدائی خاں کو دو دفعہ فدائی خاں اور کیقباد کو ص ۵۶ پر "قیکباد" ارقام فرمایا ہے اور نوبت بہ ایں جا رسید کہ رشید خاں کو ص ۲۲۴ پر "رسید خاں" ممکن ہے خانِ موصوف آمد و خرچ کی رسیدات کے "داروغہ" رہے ہوں۔ صاحبِ مرقعاتِ حسن یعنی سید ابوالحسن (۱۶۶۶ء) کو ص ۳۲۴ پر "سید عبدالحسن" لکھا ہے۔ مترجم موصوف نے عالم اسلام کے مستند ترین عالمِ دین حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کا اسم گرامی تو ضرور پڑھا اور سنا ہوگا۔ اس مناسبت سے ہی اسے درست لکھا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اور بہت سے مشاہیر بھی اس نام کے ہو گذرے ہیں نیز ابوالحسن اور عبدالحسن کے معنی میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے۔ خیر آج کل اردو سے ناواقف لوگ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کو بھی "عبدالکلام" ہی بولنے لگے ہیں۔ فی الحقیقت تاریخ کی کتابوں کے مترجمین کو بقول محترم پروفیسر محمد اسلم صاحب، پنجاب یونیورسٹی لاہور "رجال و اماکن کا علم ہونا بھی ضروری ہے اور جب تک مترجم تاریخ سے واقف نہ ہو اس وقت تک وہ اس کام کو ہاتھ نہ لگائے" (ماہنامہ برہان دہلی۔ فروری ۱۹۸۱ء) رجال و شخصیات کا حال قارئین نے ملاحظہ فرما لیا۔ اب ایک نظر امصار و مقامات پر بھی ڈال لی جائے۔

اورنگ زیب کے قابل ترین کماندار مرزا راجہ جے سنگھ کچھواہہ اور شیواجی کے مابین ۱۶۶۵ء میں بمقام "پرندر" مشہور صلح ہوئی تھی جس کے بعد ہی شیواجی مغل دربار میں آ کر حاضر ہوا تھا۔ پرندر کی اس صلح سے بچہ بچہ واقف ہے لیکن اس مقام کا

نام ص ۲۰ پر "پھانڈھر" اور ص ۵۵ پر "پورن دھر" لکھا ہوا ملتا ہے جس سے [illegible] ہوتا ہے کہ یہ کسی مقام کا نام نہ ہو کر فرد کا نام ہے۔ بادشاہ وطن میں بہت سے لوگوں کے نام "پورن دھر" ہیں۔ شہنشاہ اورنگ زیب اور شجاع کے درمیان [illegible] میں کھجوا کے میدان میں شدید جنگ واقع ہوئی تھی۔ اسے کاتب کی نوکِ قلم نے "کچھوا" یعنی سنگِ پشت بنا دیا ہے (ص ۱۸۲)۔ کھجوا کی مناسبت سے بطور جملۂ معترضہ یہاں یہ عرض کرنا بے محل نہ ہوگا کہ اسی جنگ میں جودھپور کے راجہ جسونت سنگھ نے، جسے اورنگ زیب نے یمین کی کمان سپرد کی تھی، لڑائی سے ایک رات قبل شجاع سے ساز باز کر لی مگر شہنشاہ نے اُس کی اس غداری پر عفو و تحمل کا ثبوت دیتے ہوئے کوئی باز پرس نہ کی البتہ چونکہ جے سنگھ کی وساطت سے اورنگ زیب اس کی گذشتہ تقصیرات کو معاف کر چکا تھا چنانچہ اُس کی اِس سازش اور غداری کے سلسلہ میں جے سنگھ کو جو کچھ لکھا اس کا ایک قابلِ توجہ (Remarkable) فقرہ یہ ہے: "آنچہ او کرد شاید ہیچ کم ذات یا سپاہیئے نہ کند چہ جائے راجپوت از خانوادۂ کلاں" قزوین مضافاتِ ایران میں ایک شہر کا نام ہے یہاں کے باشندے کو از روئے صفتِ نسبتی قزوینی کہا جاتا ہے مگر یہ لفظ ص ۱۲۲ کے حاشیہ ۳ پر "قفنونی" لکھا ہوا ہے غالباً یہ پادشاہ نامہ کے مصنف محمد امین معروف بہ امینائے قزوینی کے لئے بطور اختصار یہ تحریر فرمایا ہے۔ مغل عہدِ حکومت میں حصار فیروزہ کی جاگیر اسی شہزادہ کو تفویض ہوتی تھی جسے تخت و تاج کا وارث خیال کیا جاتا تھا گو یہ بات دیگر ہے کہ اس امر کا فیصلہ اکثر میدانِ جنگ ہی میں ہوتا تھا [illegible] کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں۔ یہ آج کل ہریانہ [illegible] "حصار" لکھا ہے۔ مغل تاریخ میں [illegible] کردار ست [illegible]

صاحب سیف و قلم نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید بخاری جنہیں مجدد الف ثانیؒ "سیادت پناہ" کہہ کر خطاب فرماتے تھے اور جنہوں نے جہانگیر کو تخت نشین کرنے میں نمایاں رول ادا کیا تھا یہ جہانگیر کے میر بخشی بھی تھے، نیز سید حسن علی خاں قطب الملک اور ان کے برادر خورد امیر الامراء سید حسین علی خاں فوجدار ہنڈون و بیانہ وغیرہ۔ یہ دونوں بھائی "سید برادران" یا "بادشاہ گر" کے نام سے بھی تاریخ میں معروف ہیں۔ بہرحال یہ لوگ سادات بارہہ اس لئے کہلاتے ہیں کہ ان کے اجداد کو یا تو بارہ گاؤں جاگیر میں عطا ہوئے تھے یا وہ بارہ بستیوں میں سکونت پذیر تھے۔ چنانچہ "بارہ" کثرت استعمال کے سبب "بارہہ" ہو گیا۔ سادات بارہہ سے اورنگ زیب بھی محتاط رہتا تھا۔ اسی بارہہ کو تقریباً بیس جگہ "بارہا" لکھا ہے جس کی ابتدا ص ۱۴۱ سے ہوتی ہے اور یہ سلسلہ ص ۴۴۳ تک جاری رہتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ "بارہا" کسی مقام سے منسوب نہ ہو کر محض تابع فعل ہے جو کئی بار، بہت دفعہ اور اکثر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ٹھٹہ یا ٹھٹھو (سندھ) کے باشندہ کو ٹھٹھوی کہا جاتا ہے۔ لیکن فاضل مترجم نے عبد الرشید صاحب فرہنگ رشیدی کو ص ۴۴۶ پر "ٹاڈی" بنا دیا ہے۔ مسلمانوں کی آمد سے قبل ٹھٹھہ خاندان سومرہ کا دار الحکومت تھا اور جلال الدین محمد خوارزم شاہ نے چنگیز خاں سے شکست کھا کر ۶۲۰ھ میں اسی ٹھٹھہ میں آکر مستقل قیام کیا تھا نیز ملک طغی جس نے سلطان محمد تغلق سے بغاوت کی تھی، یہیں کا حاکم تھا۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فاضل معاصر مخدوم معین الدین بھی ٹھٹھوی ہی تھے۔ [illegible] کے شہر اجین کو صفحہ [illegible] پر "[illegible]" راجستھان کے انڈسٹریل شہر [illegible] کے شہر شولاپور کو صفحہ ۳۲۰ پر "شعلہ پور" [illegible] واکن کیرا کو صفحہ ۱۲۸ پر "واکن کیرہ"

اور اراکان (آسام) کو صفحہ ۲۳۹ پر "آراکان" ارقام فرمایا ہے۔

صاحبِ مقالہ ڈاکٹر محمد اطہر علی صاحب نے جن تصانیف سے مراجعت فرمائی ہے فاضل تعلقہ نگار نے ان میں سے کئی تصنیفات اور ان کے مصنفین کے ناموں کا اندراج درست نہیں فرمایا۔ مثال کے طور پر موصوف ہی کے ہمنام محمد امین الدین خان عالمگیری کی مشہور تصنیف "معلومات الآفاق" کو جا بجا "معلومات الافاق" لکھا ہے اس کی شروعات صفحہ ۱۱۱ سے ہوتی ہے اور ایک دوسری تصنیف خلاصۃ السیاق کو متعدد صفحات پر "خلاصیۃ السیاق" اس کی ابتدا بھی صفحہ ۱۱۱ سے ہی ہوئی ہے۔ میر جملہ کے فتح آسام اور کوچ بہار کے حالات پر مشتمل تاریخی تصنیف "فتحیہ عبریہ" اور اس کے مؤلف شہاب الدین طالش سے کم از کم اورنگ زیب پر تحقیق کرنے والے ریسرچ اسکالر ضرور واقف ہیں لیکن زیر تبصرہ کتاب کے صفحہ ۳۴ پر مترجم موصوف نے طالش کو "تالش" اور اُن کی تصنیف کو "فتح عبریہ" تحریر فرمایا ہے۔ فتحیہ عبریہ کا اول حصہ تاریخ ملوک آسام کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ فاضل مترجم نے اسے تاریخ ملوک آشام بنا دیا ہے۔ دُرد آشام، خون آشام وغیرہ تراکیب تو رائج ہیں مگر ملوک آشام کی نادر ترکیب پہلی دفعہ دیکھنے میں آئی۔ آشام، آشامیدن (پینا) کا حاصل مصدر ہے۔

ہفت گلشن محمد شاہی المعروف بہ تذکرۃ السلاطینِ چغتائی مؤلفہ محمد ہادی کامور خاں کی مشہور تصنیف ہے جس میں تیموریہ خاندان کے ۱۷۲۵ء تک کے حالات ملتے ہیں۔ اسی معروف تاریخی تصنیف کو صفحہ ۱۱۱ پر "تذکرۃ السلاطینِ چغط" نیز صفحہ ۲۳۱ پر "تذکرۃ السلاطین چغتا" لکھا گیا ہے۔ اردو ادب کی مشہور و معروف ادیب محترمہ عصمت چغتائی کا نام آج کل اردو حلقوں میں نوکِ زبان ہے لیکن فاضل مترجم شاید انھیں درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے۔ امام المتاخرین شیخ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی ۱۷۶۲ء) کے سیاسی مکتوبات کو محترم المقام پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب نے مرتب فرمایا ہے۔

بس وقیع کتاب کو صـ ۳۳۵ پر "سیاست مکتوبات" اور جناب لال رام صاحب کی تالیف "تحفۃ الہند" مطبوعہ ۱۱۴۸ھ کو صـ ۲۴۹ پر "تحفت الہند" نیز الشلئے زبدۃ العرالیض کو صـ ۲۴۴ پر "... زبدۃ ...." تحریر کیا ہے۔ تاریخ فیروز شاہی مصنف ضیاء الدین برنی سے شاید ہی کوئی طالب علم ناواقف ہو لیکن اسے صـ ۲۱۶ پر "تاریخ فروز شاہی"۔ گوپال شیاما داس کے ہندی زبان میں لکھے گئے مشہور اتہاس "دیرو نود" (بیر بنود) کو صـ ۱۲۷ پر "دریود نود" اور مسالک الابصار فی ممالک الامصار کو مضحکہ خیز حد تک "مثالک الاثبار فی ممالک امثار" (ص ۶۵) تحریر فرمایا ہے۔ اسی طرح صـ ۲۴۶ پر "پرچہ جات" (Purchas) کو "پرکاس" اور صـ ۱۰۶ پر "پرکاش" (روشنی) لکھا ہے۔ اچھا ہوا کہ اسے "پرخاش" نہیں لکھا صـ ۲۴۶ پر ہی "Purchas His Pilgrimes" کا ترجمہ پرکاس کی سیاحت" کیا ہے جو نہایت معنی خیز ہے۔ اب تک چینی سیاح فاہیان و لوان شوانگ، عراقی سیاح سلیمان سیرانی عرف سلیمان سوداگر، ایرانی سیاح بزرگ بن شہریار اور مشہور سیاح ابنِ بطوطہ اور مارکو پولو وغیرہ کے ناموں سے تو راقم الحروف کسی قدر شناسا تھا لیکن "پرکاس کی سیاحت" فقرہ پڑھنے سے معلوم ہوا کہ عہد اورنگ زیب میں 'پرکاس' نام کا بھی کوئی سیاح ہو گذرا ہے۔ شاہ جہاں نامہ (عمل صالح) کے مصنف محمد صالح کنبو کو صـ ۲۴۰ پر "کمبھو" بروزن "شمبھو" ثبت کیا ہے۔ حیرت تو یہ ہے کہ اردو ادب کی مشہور و معروف شخصیت مولانا امتیاز علی خاں عرشی رامپوری مرحوم کو صـ ۲۴۱ پر "عرش" بنا دیا ہے۔ مولانا ئے مرحوم غالبیات کے تناور اساطین اربعہ میں سے ایک تھے۔ بقیہ تین بقول جناب دوارکا داس شعلہ، قاضی عبدالودود، ڈاکٹر مختار الدین احمد اور گرامی قدر مالک رام صاحب ہیں۔ دعا ہے کہ مؤخر الذکر بزرگ کو اللہ تعالیٰ اردو زبان و ادب کی خدمت کے لئے تا دیر زندہ و سلامت رکھے۔ موصوف کا پایہ اسلامیات میں بھی کافی بلند ہے۔

علم تاریخ کی بعض معروف اصطلاحات کو بھی غلط لکھا گیا ہے مثلاً احدی جو اکبر کے زمانہ سے مغلوں کے یہاں ایک مخصوص فوجی عہدہ تھا، تقریباً دو دفعہ "اہدکا" یا "اہدیون" اور "ایدیوں" لکھا ہوا ملتا ہے جس کی شروعات ص ۲۰ سے ہوتی ہے اور ص ۲۱۴ تک جاری رہتی ہے۔ در اصل لفظ "احدی" "احد" اور یائے نسبت سے مرکب ہے جو آج کل بہ سکون حائے حطی کاہل اور سست آدمی کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ اس کی جمع اہدیوں (احدیوں) نہ ہوکر آحاد ہونی چاہئے۔ ان فوجیوں کا افسر اعلیٰ بخشی الآحاد کہلاتا تھا۔ ایک اور اصطلاح چتر تورغ یا طورغ کو ص۲۰۶ پر "چتر طوق" اور اسی صفحہ پر تومان تورغ یا طومان طوغ کو "طومان طوق" تسوید فرمایا ہے گویا مغل امراء پر بادشاہ کی طرف سے نہ صرف چتر وغیرہ ہی سایہ فگن ہوتے تھے بلکہ طوق بھی ان کی گردن کا پھندا بننے کے لئے منتظر رہتا تھا۔ اصل میں طوق اُس بھاری حلقہ کو کہتے ہیں جو مجرموں کے گلے میں ڈالا جاتا ہے تاکہ اس کی وجہ سے وہ اپنی گردن نہ اٹھا سکیں۔ اِسے طوغ سے کوئی نسبت نہیں ع

"کوئی نسبت بھی ہے ان آنکھوں سے پیمانے کو"

طوغ ترکی لفظ توغ کا معرب ہے جو فوج کے علم یا نشان کو کہتے ہیں، اسی طرح طومان بھی ترکی لفظ تومان یا تمن کا بدل ہے جو گروہ خصوصاً دس ہزار آدمیوں کے معنیٰ میں مستعمل ہوتا ہے اور چتر ہندی لفظ چھتر کا معرب ہے۔ چنانچہ علامہ شبلی نعمانی شہزادہ سلیم اور مان بائی بنتِ راجہ بھگوان داس کی شادی کی تقریب کے سلسلہ میں اپنی ایک مشہور نظم میں فرماتے ہیں ؎

اُدھر راجہ کی نودیدہ گھر میں جلوہ آرا تھی
اِدھر شہزادہ پر چترِ عروسی سایہ گستر تھا

علامہ کی اس نظم کا آخری شعر تو زبان زد عوام وخواص ہے ؎

تمھیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا

مشہور یوروپین سیاح ٹیورنیر (Taverniere) جسے جہاں گرد لوگوں کا شہزادہ کہا جاتا ہے، ۱۶۴۰ء میں یہاں آیا تھا اور کم وبیش پچیس سال تک ہندوستان میں قیام کیا، بڑے بڑے امرا خصوصاً شائستہ خاں اور میر جملہ سے اس کے دوستانہ مراسم تھے، اسی ٹیورنیر کو ص۲۲۴ پر "ٹیورنیر" لکھا ہے۔ فرانکوئیس پیلسرٹ جو ۱۶۲۰ء میں ولندیزی فیکٹری کے گماشتہ کی حیثیت سے ہندوستان آیا۔ اس کی تصنیف 'ریمنسٹرینٹی' اس کے سات سالہ قیام ہندوستان کے تجربات کی عمدہ دستاویز ہے جس کے بعض بیانات نہایت دلچسپ ہیں۔ اسے ص ۲۴۳ نیز ص ۲۵۱ پر پیلسارٹ اور ص ۲۵۲ پر پیلسرٹ لکھا ہے۔ 'انڈیا ایٹ دی ڈیتھ آف اکبر' کے مصنف مورلینڈ کو ص۱۶۰ پر "مولینڈ" اور ص ۱۴۰ پر "مولین" بنا دیا ہے۔ فریر (Frayer) کی تاریخی تصنیف 'A New Account of the East India and Persia' کا ترجمہ ص۲۴۷ پر "مشرقی ہندوستان اور ایران پر ایک نئی نذر" کے عنوان سے کیا ہے گویا مشرقی ہندوستان اور ایران کی دیوی پر ایک نئی پبلک اور بھینٹ چڑھائی جا رہی ہے۔ یہاں 'نذر' کی بجائے 'نظر' ہونا چاہیے۔ یوں بھی Account کا ترجمہ نظر نہیں ہوتا۔ سرگزشت وغیرہ لکھنا مناسب تھا۔ فریر کو ص ۱۶۶ پر "فرامیر" اور حاشیہ ۲ میں 'فرائر' لکھا ہے۔ بعض اداروں کے نام میں بھی کاتب نے تصحیف اور بے جا تصرف سے کام لیا ہے۔ مثال کے طور پر پیش لفظ سے پہلے صفحہ پر "انڈین کاؤنسل آف ہسٹاریکل ریسرچ" کو "انڈین کارنسل آف ہسٹاریکل" انڈیا آفس کو ص۳۳۹ پر "انڈیا آفس" اور انگلینڈ کی مشہور زمانہ یونیورسٹی 'کیمبرج' کو

ص۲۲۴ پر "کپیرچ" بنادیا ہے نیز مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ کے "سبحان اللہ [illegible]" ص۲۴۳
پر "سبحان اللہ" بناتے ہوئے قومی یکجہتی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ کاتب جناب محمد یوسف
صاحب بہرتیوری سے درخواست ہے کہ وہ اس جذبہ کو اپنے وطن مالوف بہرتیوری میں
بھی پروان چڑھائیں تو بہتر ہے۔

برادرانِ وطن کے بہت سے نام سے بھی صحیح املا کے ساتھ ارقام نہیں فرمائے
گئے مثلاً شیخ الاسلام بن قاضی عبدالوہاب کے ملازم اور بعد ازاں جودھپور کے حاکم
ایسرداس ناگر صاحبِ فتوحاتِ عالمگیری کے نام ص ۱۲، ۴۸ نیز دوسرے کئی صفحات
پر "ایشرداس" اور ص ۳۳۸ ح ۱ پر "اسیرداس" لکھا ہے۔ داس (غلام) تقریباً اسیر
ہی ہوتا ہے۔ بہرسو اردو کا معمولی طالب علم بھی اسے شاید ہی "ایشر" لکھنے کی غلطی کرے
اور اکبری عہد کے معروف جرنیل انبیر کے راجہ مان سنگھ کچھواہہ کو ص ۱۶۶ پر "کچھاوا"
اور ص ۲۷۹ پر "کچھاواہا" راجہ جہا سنگھ بھدوریہ کو ص ۲۸۳ پر "ماہا سنگھ" کشن سنگھ
تنور (तंवर) کو ص ۱۸۵ پر "تولور" تلنگ راؤ کو ص ۳۰۶ پر تلنگ راؤ جمیت سنگھ کو
ص ۳۴۴ پر "جیت سنگھ" اورنگ زیب کے مشہور کروڑی رسکداس کو ص۱۳۴ پر
"سکداس" تحریر فرمایا ہے۔ یہ وہی رسکداس ہے جسے اورنگ زیب نے اپنے آٹھویں
سنِ جلوس میں عاملین پرگنہ کو احکام شاہی پر کاربند ہونے کے لئے ایک فرمان
جاری کیا تھا۔ مؤرخ ایس۔ آر پھڑکے اور پرماتما سرن کو علی الترتیب ایس۔ آر۔
پھڈکے اور پرماتاسرن (ص ۱۷۵، ۳۴۹) اور راج سنگھ کو ص ۱۰۰ پر "واج سنگھ"
تحریر کیا ہے ع

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

ص۲۵۷ پر لفظ "نوواردوں" کو "نواردوں" اور ص۲۵۹ پر "نوادروں" یعنی
نادر کی جمع الجمع ثبت کیا ہے۔ حیرت اس وقت ہوتی ہے جب ص۲۲۲ پر پہلی ہی سطر میں

دمیں جمع کے صیغہ میں "تجارون" لکھا ہوا دیکھتے ہیں۔ دیباچہ میں ص ۷ ـــ
شکور" کا استعمال بھی برمحل نہیں ہوا ہے۔ یہ لفظ چار دفعہ شکرگذار کے
استعمال کیا ہے۔ یعنی "جناب بہاالدین طیب جی کا مشکور ہوں.... ڈاکٹر
چندر کا بہت مشکور و ممنون ہوں،.... جایا راج کمار.... کا بے حد مشکور
.... مسز سعیدہ انصاری کا اُن کے تعاون کے لئے مشکور ہوں۔" گو راقم الحروف
ان و ادب کا طالب علم نہیں تاہم اس لفظ کے استعمال کے سلسلے میں اتنا عرض
شکور کی نسبت اُس شخص کی طرف کی جاتی ہے جس نے احسان کیا ہو نہ کہ جس
ہوا ہے چنانچہ مذکورہ فقرات میں 'شکرگذار' استعمال ہونا چاہیے تھا نہ کہ
۔ عوام الناس اسے ممنون کے معنی میں اسی طرح استعمال کرتے ہیں جس طرح
و 'مرتشی' اور 'مخالص' کو 'خالص' کے معنی میں۔ اتنا شکر ہے کہ مندرجہ بالا ایک
ی 'حد' صحیح لکھا ہوا ہے ورنہ ص ۲۴۲ کے ح ۲ میں 'حدبندی' لکھا ہوا ملتا ہے۔
کے بجائے 'فوقی' کا استعمال بھی جا بجا دیکھنے کو ملتا ہے جو فصیح نہیں کہا جا سکتا۔
رے بھی ثقالت سے پر ہیں۔ ص ۸۵ پر "حکومت حکمت کی عملی" لکھا ہوا ہے جسے
ت کی حکمت عملی" ہونا چاہیے تھا اور ص ۱۱۱ پر "کارسار خزانہ" کو 'کا سارا خزانہ'
امات پر محسوس ہوتا ہے کہ ترجمہ سلیس و بامحاورہ نہ ہو کر محض لفظی ہے اور کبھی
خیال بھی گذرتا ہے کہ اصل مقالہ کے بعض فقرات کا ترجمہ محذوف ہے۔ چونکہ
ار کے پاس ڈاکٹر محمد اطہر علی صاحب کی اصل تصنیف موجود نہیں ورنہ مقابلہ
دیکھ لیا جاتا۔ بیورو کی شائع کردہ تاریخ جہانگیر اور تاریخ شاہ جہاں کے
صفحات میں یہ نقص راہ پا گیا ہے جسے ممکن ہے طبع ثانی میں دور کر دیا گیا

مندرجہ بالا امور کے علاوہ زیر نظر کتاب میں بہت سے عالم اور روز مرہ

بول چال کے الفاظ بھی غلط املا کے ساتھ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ شفقت ۱۳ اور دوسرے صفحات پر خانزادگان یا خان زادوں کو ذیل بعجہ سے تحریر کیا ہے۔ محروسہ ۱۳ پر "معروسہ" ہمعصر ص ۲۷ پر "اہم عصر" منافرت ص ۳۶ پر "منافرقت" منہا ص ۵۱ پر "منہا" حصول الاعشاریہ ص ۶۵ پر "اصول الشماریہ" سوم یا سوئم ص ۷۶ پر "صیوم" مستثنیٰ ص ۷۸-۸۲ پر "مشتسنیٰ" موافقت ص ۹۰ پر "مواقت" تصیح ص ۹۵ پر "تقصیح" عمادالملک ص ۱۰۵ پر "عماد وا لملک" جائیداد ص ۱۰۷ پر "جا یداد" دائرہ ص ۱۱۸ پر "دائر" انقطاع ص ۱۲۳ پر "انقطا" جوانگی ص ۱۲۵ پر "جوال گی" مزاجعاں ص ۱۳۴ پر "مزاجیاں" واقعۂ ذیل ص ۱۳۶ پر "واقعے ذیل" بالمقطع ص ۱۴۱ پر بالمقطر موروثی ص ۱۴۳ پر "موروثی" مشتعل ص ۱۴۸ پر "مشتعل" لکھا ہوا ہے۔ ص ۱۵۳ پر یہ فقرہ محقق وکیل دلسوز کی کوششوں کے باوجود "محل نظر" ہے۔ ص ۱۵۹ پر تنازعات کو "تنازاعات" اور توجیہ کو ص ۱۶۴ نیز ص ۱۶۳ پر "توضیح" تحریر فرمایا ہے۔ جارحانہ ص ۱۶۷ پر "جارہانہ" پسپا ص ۱۶۹-۷۲ پر "پسپہ" استغنا ص ۱۷۱ پر "استغفار" رونما ص ۱۷۵ پر "رونماں" جرأت ص ۱۷۴ پر "جرئت" عائشہ بانو ص ۲۰۹ پر "عائشہ بانوں" مصالحت ص ۱۷۹ پر "مطالحت" تشخص مآب ص ۲۰۵ "تشخیص مآب" مبذول ص ۲۲۱ پر "مبزول" تجارتی مزاج ص ۲۲۸ پر "تجارتی مزاد" تجدید ص ۲۳۶ پر "تجوید" ملاحی ص ۲۳۷ پر "ملاہی" خدم و حشم ص ۲۵۱ پر "قدم و خشم" لابدی ص ۲۵۵ پر "لابد" ماخذ ص ۲۴۰ پر "اخذ" ایک حصہ ص ۲۴۳ پر "احصہ" برائت ص ۲۴۱ پر "برآت" اور اسی صفحہ کی سطر ۲۱ پر "برات" داروغہ ص ۲۴۲ پر "دادوغہ" اسی صفحہ پر صحیفہ "صیحفہ" آغا خورد ص ۲۳۲ پر "آغا خرد" نضبت ص ۳۴۱ پر "نفضت" جبہ ص ۳۴۳ پر "جبہ" "سترہویں صدی" ص ۶۷-۸ پر "سترویں صدی" اور پنج ماہہ، ہشت ماہہ ص ۸ پر ۔۔۔ ماہا" نیز شش ماہانہ کو ص ۷۹ پر "ششت ماہانہ" تحریر فرمایا ہے۔ ان الفاظ کے علاوہ بیسیوں اور

الفاظ بھی غلط لکھے ہوئے مثلاً "شیعیوں" کو ص ۳۸ نیز ۵۸ اپر "شعیوں" اور ۷۶ اپر "شیعہ" کو "شعیہ" ص ۲۰ پر عالمگیری کو "عالم گری" وغیرہ لکھا ہے۔ بہرکیف اس قسم کی اغلاط کا احاطہ دشوار ہے۔

ترقی اردو بیورو کی شائع کردہ کتاب تاریخ شاہ جہاں کی اغلاط کی نشاندہی کرتے ہوئے پروفیسر محمد اسلم صاحب نے فرمایا تھا کہ "تاریخ شاہ جہاں کی طباعت ڈاکٹر سید اعجاز حسین (مترجم) صاحب اور اُن سے بھی بڑھ کر ترقی اردو بورڈ کے لئے باعثِ بدنامی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ترقی اردو بورڈ اردو کے تنزل کے لئے کوشاں ہے۔" (برہان دہلی بابت فروری ۱۹۸۱ء) راقم الحروف "اورنگ زیب کے عہد میں مغل امراء" کی نسبت اتنا سخت ریمارک کرنے کی جسارت تو نہیں کر سکتا البتہ اتنی گذارش ضرور ہے کہ اردو بڑی نازک اور لچونتی زبان ہے لہٰذا اردوداں حلقوں کا فرض ہے کہ اس کی نزاکت کو برقرار رکھنے کی سعیٔ مشکور کی جائے اور الٹا سیدھا لکھ کر اس کے خوشنما چہرہ پر لاجوردی نقاب (ماتمی جامہ) نہ ڈالا جائے۔ ورنہ اگر اسی طرح لاتعدولاتحصی اغلاط کے ساتھ ترقی اردو بورڈ کتابوں کی طباعت کرتا رہا تو روحِ غالب سے معذرت کے ساتھ ہمیں یہ عرض کرنے میں کوئی تامل نہ ہوگا کہ ؎

یوں ہی گر "لکھتا" رہا غالب تو اے اہلِ جہاں
دیکھنا اِس "ریختہ" کو تم کہ ویراں "ہوگئی"